غریبوں کے غمخوار

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
ایم۔اے۔ پی۔ایچ۔ڈی

اِدارۂ مسعودیہ
as'udia, Karachi

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غریبوں سے کتنا پیار تھا۔ اللہ اللہ! سارے عالم کے غریبوں کو گلے سے لگایا اور غریبوں کی زندگی اپنالی۔ اب غریب سے غریب انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپ کے گھر میں تو سب کچھ ہے، میرے گھر میں کچھ نہیں۔ اللہ اکبر! سب کے گھر بھرے ہوئے ہیں، آپ کا گھر خالی ہے، سب کے گھروں میں دنیا کی نعمتیں ہیں مگر آپ نعمتیں بانٹ رہے ہیں۔ نعمتیں لٹا رہے ہیں صلائے عام ہے، سب دوڑے چلے آرہے ہیں، جھولیاں بھر بھر کے لیئے جارہے ہیں۔

دنیا میں امیروں اور کھاتے پیتوں کی پوچھ ہے، غریبوں اور مسکینوں کو کوئی نہیں پوچھتا مگر آپکے بارے دربار میں غریبوں کی پوچھ ہے، مسکینوں کی رسائی ہے، جن کو ساری دنیا نے دھتکارا اور دھتکار رہی ہے، وہ اس دربار میں نظر آئینگے، اللہ اکبر! بجھے بجھے چہرے نظر آرہے ہیں اور چمکتے دمکتے جارہے ہیں۔ ہاں! اس دربار میں غریبوں کی بڑی رسائی ہے۔ وہ غریب

☆ جن کے وسیلوں سے امیروں کو نعمتیں ملتی ہیں۔

☆ جن کی آہیں عرشِ معلّٰی تک جاپہنچی ہیں۔

☆ جن کے آنسو سیلاب بن کر اُمنڈ پڑتے ہیں۔

ہاں یہ غریب بہت عظیم ہیں، ہاں یہ غریب بہت بلند ہیں، ذرا سا احسان کیجئے جان دینے کیلئے تیار ہو جاتے ہیں بلکہ جان دے دیتے ہیں۔ فقیر کی زندگی میں چند ایسے واقعات گزر چکے ہیں، آپ بھی سنئے اور غریبوں کے کردار کی بلندیاں دیکھئے کوئٹہ (بلوچستان) میں قیام کے دوران (70-1966) تب دق کا مارا ایک مسکین بلوچ گرتا پڑتا سڑک پر جا رہا تھا، ترس آیا، تب دق کے ہسپتال میں داخل کرایا، دیکھ بھال کرتا رہا، ہسپتال میں ایک روز اُس نے روتے ہوئے کہا تھا، صاحب! آپ جہاں جائے گا' ہم آپ کیساتھ جائیگا۔ ابھی ہسپتال میں تھا کہ فقیر کا تبادلہ سندھ ہوگیا۔ جب وہ توانا و تندرست ہو کر ہسپتال سے واپس آیا، فقیر کے بارے میں دریافت کیا اور جب یہ معلوم ہوا کہ فقیر بلوچستان سے سندھ چلا گیا آیا، تو اس کے دل پر ایک چوٹ سی لگی، جانبر نہ ہوسکا، چند دنوں میں دارِ فانی سے کوچ کر گیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) اور جب سندھ میں سرحد ہند کے قریب ضلع تھرپارکر کے شہر مِٹھی میں تبادلہ ہوا تو وہاں ایک سندھی باورچی کو اتنی محبت ہوگئی کہ تین سال بعد (80-19977) جب وہاں سے تبادلہ ہوا اُس نے خبر سنی، تھوڑی دیر بخار چڑھ گیا، چار پانچ روز کے اندر اندر مرض اتنا بڑھ گیا کہ جان پر بن گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ اللہ کو پیارا ہوگیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) فقیر اُس کی نمازِ جنازہ پڑھا کر آیا، اس مرحوم کا نام محمد کمال تھا اور اُس مرحوم کا نام محمد شفیع۔ اللہ اکبر! ان مسکینوں کے دل محبت سے معمور ہیں، کوئی محبت کر کے تو دیکھے۔ محبت کی قربان گاہ میں یہ جان دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے، ہزار ہزار رحمتیں ہوں ان جان دینے والوں پر جو محبت و الفت کے چراغ روشن کر گئے اور اپنی جان نثاری اور فداکاری کے انمٹ نقوش چھوڑ گئے۔

غریبوں کا حال ہمیں کیا معلوم؟ کسی نے اُن کے گھر کی خبر نہ لی کسی نے نہ پوچھا تمہیں دو وقت کا کھانا بھی نصیب ہوتا ہے کہ نہیں فقیر نے ایک سرکاری ملازم کو دیکھا، ایک ہاتھ میں روٹی لئے دوسرے ہاتھ میں پانی، نوالہ کھاتا جاتا پانی کا گھونٹ پیتا جاتا، پیٹ بھر گیا، خدا کا شکر ادا کیا، اُن کی تنگ دستی کا عالم ہے کہ موسمی پھل بھی اُن کو نصیب نہیں، بس دیکھ دیکھ کے جیا کرتے۔ ایک بچہ اپنی ماں سے کہہ رہا تھا، مجھے تو آم اچھے لگتے ہیں، ابو آم لے کر کیوں نہیں آتے؟ غم کی ماری ماں کیا جواب دے حسرت و یاس کی تصویر بنی بچہ کا منہ تکتی رہ گئی۔ نان شبینہ کا محتاج اپنے بچوں کیلئے من بھاتی چیزیں کہاں سے لائے؟ اور اپنی آرزوں اور تمناؤں کا شہر خموشاں کس کو دکھائے؟ بچہ کے سوال نے خرمن صبر و قرار کو خاکستر کر کے رکھ دیا، کہاں سے لائے؟ کہاں سے کھلائے؟ خود کھلا نہیں سکتی کوئی کھلاتا نہیں، بے بسی ہی بے بسی ہے۔

اے مسکینوں! اے غریبوں! دیکھو دیکھو! ان بچوں کیلئے امام احمد رضا کے آغوش کھلے ہیں، اپنے محروم بچوں کو یہاں لے کر آؤ، وہ بچوں کو اُن کی من بھاتی چیزیں کھلا رہے ہیں، ہاں اُن کے آقا و مولیٰ بھی تو بچوں سے پیار کرتے تھے، وہ اپنے دار العلوم منظر اسلام کے طلبہ پر بڑے شفیق و کریم تھے، خوشیوں کے موقعوں پر عید کے دنوں میں اُن کیلئے نئے نئے کپڑے بنواتے اور قسم قسم کے کھانے پکوا کر بنگالی طلبہ کیلئے بنگالی کھانا، بہاری طلبہ کیلئے بہاری کھانا، سرحدی طلبہ کیلئے سرحدی کھانا، سندھی طلبہ کیلئے سندھی کھانا پنجابی طلبہ کیلئے پنجابی کھانا۔ الغرض جس طالب علم کو جو کھانا مرغوب ہوتا، وہ پکوا کر اُس کے کھلاتے اور کھلا کھلا کر خوش ہوتے، انگریزی مدارس و جامعات میں ہم نے طلبہ کو اپنا حریف سمجھ لیا ہے، وہ ہمارے فرزند و دلبند ہیں مگر اُن کو اپنی محبت و شفقت سے ہم نے محروم کر دیا، افسوس ہم نے یہ کیا کیا۔ امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم کو وہ سبق سکھایا، جو آفت زدہ معاشرے کی کایا پلٹ سکتا ہے، امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت و شفقت کا کیا ذکر کیا جائے، زندگی بھر غریبوں اور مسکینوں کو گلے لگایا اور جب وہ دنیا سے جانے لگے تو اس کٹھن گھڑی میں اُن کو نہ بھلایا، وصال سے دو روز قبل فرمایا، آج کیا دن ہے؟ عرض کیا گیا، آج بدھ ہے، فرمایا، جمعہ پرسوں ہے؟ یہ فرما کر دیر تک حسبنا اللہ ونعم الوکیل پڑھتے رہے، گھڑیاں گزرتی گئیں، سورج غروب ہوتا رہا، سورج طلوع ہوتا رہا، ہاں آج جمعہ ہے، آج وصال کا دن ہے، ارشاد ہو رہا ہے ہاں زندگی کا آخری جمعہ بھی باجماعت ادا کیا سفر آخرت کی تیاریاں شروع ہو گئیں، جائیداد کے متعلق وصیت نامہ مکمل کرایا اور آمدنی کا چوتھائی نیک کاموں کیلئے وقف کر دیا کہ شریعت کے مطابق جانے والے کو اپنے مال میں اتنا ہی تصرف کرنا چاہیے۔ واللہ باللہ! یہ قید نہ ہوتی تو سارا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں لٹا دیتے۔ موت آنی ہے آئے گی مگر جب معلوم ہو جائے کہ آنے والی آ گئی، تو جان پر بن جاتی ہے،

ہوش اڑنے لگتے ہیں، اوسان خطا ہونے لگتے ہیں، آنکھوں کے نیچے اندھیرا آجاتا ہے، انسان اس طرح ہاتھ پیر مارتا ہے جیسے وہ ڈوب رہا ہو مگر وہ بھی ہیں جو خوشی خوشی آتے ہیں اور خوشی خوشی جاتے ہیں، عین اضطراب میں انکی طمانیت کا عالم نہ پوچھئے۔ اللہ اکبر!

قدسیوں کو بھی رشک اس جمعیتِ خاطر پہ ہے
کچھ نہیں کھلتا کہ میں کس کے پریشانوں میں ہوں

اللہ اللہ! وہ آنے والی گھڑی آگئی، بس دو ڈھائی گھنٹے کی بات ہے، وصیت نامہ لکھوایا جا رہا ہے، اس میں قوم کیلئے کچھ وصیتیں ہیں، اہل خانہ کیلئے کچھ نصیحتیں ہیں، غریبوں کیلئے کچھ ہدایتیں ہیں، ہاں غریبوں کیلئے جن کو سب بھول جاتے ہیں مگر امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ بستر مرگ پر بھی ان کو نہ بھولے ذرا غور تو کریں، ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر تو دیکھیں، جس کے خاندان نے شاہانہ آن بان کے ساتھ زندگی بسر کی ہو، آج اُس کے گھر میں غریبوں کیلئے شاہانہ دستر خوان بچھایا جا رہا ہے، آیئے وصیت کو ایک نظر دیکھئے فاتحہ کے کھانے سے اغنیاء کو کچھ نہ دیا جائے، صرف فقراء کو دیں اور وہ بھی اعزاز اور خاطر داری کیساتھ نہ کہ جھڑک کر غرض کوئی بات سنت کے خلاف نہ ہو۔ (امام احمد رضا وصایا شریف، محررہ ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ مطبوعہ لاہور)

اے پاسدارِ سنت تجھ پر لاکھوں سلام! ذرا غور فرمائیں اور بار بار غور فرمائیں، کیسی پیاری پیاری ہدایتیں فرما رہے ہیں۔

☆ فاتحہ کے کھانے میں سے امیروں کو کچھ نہ دیا جائے۔

☆ صرف فقیروں اور غریبوں کو دیا جائے۔

☆ وہ بھی عزت و احترام کے ساتھ، خاطر داری کے ساتھ۔

☆ غریبوں، مسکینوں کو گھرکیاں، جھڑکیاں دے کر نہ کھلایا جائے۔

☆ کوئی بات سنت کے خلاف نہ ہو۔

ہمارے بڑے بڑے شہروں میں میت کے کھانے سے غریب اور مسکین ہی محروم رہتے ہیں، کھاتے پیتے لوگ سب کھا جاتے ہیں، بلکہ بلائے جاتے ہیں، امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ نے اس بری رسم کی بیخ کنی فرمائی اور اپنی وصیت سے ایک مُردہ سنت کو زندہ کیا جس نے غریبوں کے حقوق کو پامال کر رکھا تھا شاید اس پاک و ہند اور عالم اسلام کے علماء کرام نے آپ کو 'مجدد' تسلیم کیا ہے امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غریبوں کا حق غریبوں کو دلوایا اور سخت ہدایت فرمائی کہ اس میں سے امیروں کو کچھ نہ دیا جائے پھر فقیروں اور مسکینوں کو دینے والے دیا ہی کرتے ہیں مگر امام احمد رضا جس باوقار انداز سے دلوانا چاہتے ہیں، اُس انداز سے تو دینے والے نہیں دیتے، امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں شریف گھرانوں میں فرش و فروش کا رواج تھا صاف ستھرے فرش

بچھائے جاتے، اُن پر قالین سجائے جاتے، گاؤ تکیے رکھے جاتے مگر اُن فرش وفروش تک کسی غریب اور مسکین کی رسائی نہ ہوتی، اُن کو دور ہی رکھا جاتا معمولی فرش پر بٹھا کر کھلایا جاتا یا دروازے ہی پر دے دلا کر فارغ کر دیا جاتا۔ غریبوں کا کوئی خاص اعزاز و اکرام نہ ہوتا، سارے اعزاز و اکرام امیروں اور افسروں کیلئے مخصوص تھے، امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں نے یہ سب کچھ دیکھا تھا، اُن کے دل میں غریبوں کا درد تھا، غریبوں کیلئے محبت تھی، غریبوں کیلئے عزت تھی، اس لئے وصیت فرمائی کہ جب غریبوں اور مسکینوں کو کھلاؤ تو دیکھنا گھرک کر اور جھڑک کر نہ کھلانا، عزت واحترام سے کھلانا اس طرح جس طرح امیروں اور وزیروں کو کھلایا کرتے ہیں، ان کو حقیر وذلیل نہ سمجھنا کہ یہ آقائے دو جہاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دلارے ہیں۔ ذرا غور تو فرمائیں امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا چاہتے ہیں؟ کمرے میں صاف ستھرا فرش بچھا ہو اس پر پاک دسترخوان بچھا ہو، غریبوں اور مسکینوں کو محبت وخلوص سے خوش آمدید کہا جارہا ہو، ایک ایک کی مزاج پرسی کی جارہی ہو اور بٹھایا جارہا ہو۔ پھر اس دسترخوان پر غریبوں کیلئے وہ وہ نعمتیں سجائی جارہی ہوں جو اُن کے کام و دہن تک نہ پہنچی ہوں، وہم وخیال میں آ کر رہ گئی ہوں، امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غریبوں کیلئے جو دسترخوان سجایا ہے، ذرا اُس کا نظارہ تو کریں، اللہ اللہ (عزوجل) کیسی کیسی نعمتیں نہ رکھی ہونگی اور پھر اس تاکید کیساتھ خبردار! کوئی امیر اس دسترخوان پر نہ آنے پائے، دنیا نے تو دیکھا ہے کہ یہ نعمتیں امیروں کے دسترخوان پر سجی ہوتی ہیں اور غریب ٹکڑے ٹکڑے دیکھتے ہیں، کچھ بچا، تو مل گیا ورنہ صبر وشکر کیا مگر چشمِ عالم نے یہ نظارہ انہیں دیکھا کہ غریبوں کیلئے امیرانہ اور شاہانہ دسترخوان دیکھئے جو امام احمد رضا نے غریبوں اور صرف غریبوں کیلئے سجایا ہے۔ اللہ اکبر! کیسی کیسی نعمتیں سجی ہیں ذرا دیکھئے تو سہی

☆ دودھ کا برف خانہ ساز ☆ بکری کا شامی کباب ☆ فیرنی ☆ گوشت بھری کچوری ☆ انار کا پانی ☆ اُرد کی پھریری دال مع ادرک ولوازم ☆ مرغ بریانی ☆ پراٹھے اور بلائی ☆ سوڈے کی بوتل ☆ سیب کا پانی ☆ دودھ کا برف۔

ہاں امام احمد رضا نے غریبوں کیلئے دسترخوان سجایا ہے، غریب جمع ہیں مزے لے لے کے کھا رہے ہیں، جان و دل سے دعائیں دے رہے ہیں اور بزبان بے زبانی کہہ رہے ہیں۔

☆ اے احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تو نے ہم غریبوں کی کیسی عزت افزائی فرمائی، آخرت میں خدا تجھے بھی ایسی عزت عطا فرمائے۔

☆ اے احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تو نے ہم غریبوں کو کیسے مزے مزے کے کھانے کھلائے خدا تجھے کو بھی جنت میں مزے مزے کے کھانے کھلائے۔

☆ اے احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تو نے ہم غریبوں کو کیسی محبت وشفقت سے سینے سے لگایا کل قیامت کے دن تاجدارِ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی تجھے سینے سے لگائیں، امام احمد رضا نے غریبوں کے کھانے کی فہرست برف سے شروع کی اور برف ہی پر ختم کی۔

عرض کیا گیا برف تو پہلے لکھوایا جا چکا ہے فرمایا لکھ لکھ میرا ربّ سب سے پہلے برف ہی عطا فرمائیگا خدا کی شان جب آپکا جسمِ نازنین قبر میں اتارا جارہا تھا، ایک عقیدت مند برف کا خانہ ساز لے کر حاضر ہوئے جو اُسی وقت غریبوں میں تقسیم کر دیا گیا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح کو قرار آگیا۔ اللہ اکبر! دنیا سے پردہ فرماتے فرماتے بھی غریبوں کی برف سے ضیافت فرمائی۔

اے غریبوں کے غمخوار تیری قبر تجلیوں سے روشن رہے، اس وقت عجیب اتفاق ہوا، بجلی گئی ہوئی تھی، موم بتی کی روشنی میں لکھ رہا تھا، جب قلم نے روشن لکھا تو بجلی آگئی ہر طرف روشنی پھیل گئی، شاید ایک غیبی اشارہ ہے، ہاں امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر روشن ہے اور ان شاء اللہ عزوجل قیامت تک روشن رہے گی ۔

مثلِ ایوان سحر مرقد فروزاں ہو ترا نور سے معمور یہ خاکی شبستان ہو ترا

وصال سے ۲ گھنٹے ۷ امنٹ قبل غریبوں کیلئے کھانے کی فہرست لکھوائی جو اوپر گزری فہرست لکھوانے سے قبل اور پھر بعد میں جو کچھ لکھوایا وہ قابل توجہ ہے، آپ نے لکھوایا، اعزاء سے بطیبِ خاطر ممکن ہو تو فاتحہ میں ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیں ۔

پھر کھانوں کی فہرست لکھوا چکے تو لکھوایا، اگر روزانہ ایک چیز نہ ہو سکے، یوں کر و یا جیسے مناسب جانو مگر بطیبِ خاطر، میرے لکھنے پر مجبورانہ نہ ہو۔ وصیت نامے کے الفاظ سے امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قلبی کیفیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، ایک طرف تو دل کا تقاضہ کہ غریبوں کو خوب کھلایئے، دوسری طرف یہ خدشہ، نہ معلوم کھلانے والے یہ چیزیں دل سے کھلائیں گے بھی یا نہیں کہ غریبوں کیلئے تو یہ چیزیں مہیا نہیں کی جاتیں ۔ پھر یہ اندیشہ کہ اگر کھلائیں گے تو اعزاز و اکرام کے ساتھ بٹھا کر بھی کھلائیں گے یا نہیں، غریبوں کیلئے وہ دل کہاں سے لائینگے جو امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینے میں ہے؟ دل کی بات لکھوا رہے ہیں سب نعمتیں نہ سہی روزانہ ایک دو ہی سہی، پھر خیال آیا کہیں یہ ایک دو بھی اس لئے نہ کھلائی جائیں کہ احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کی ہے، اس لئے صاف صاف لکھ دیا کہ جو کھلائے دل سے کھلائے مجبور ہو کر نہ کھلائے ۔ دربارِ الٰہی عزوجل میں تو اِخلاص عمل کی پوچھ ہے، یہ نہیں تو کچھ نہیں۔

دنیا کو یہ اچھا نہیں لگتا کہ غریبوں اور مسکینوں کو منہ لگایا جائے، عزت سے بٹھایا جائے، اُن کی خاطر داری کی جائے، اُن کو قسم قسم کے لذیذ کھانے کھلائے جائیں، جو لوگ بصیرت سے محروم تھے، جن کے ذہن میں امارت کی بو بسی ہوئی تھی، جن کے دماغ میں نخوت و غرور کا سودا تھا، جو غریب پروری اور غمخواری کے معنی سے نابلد تھے، وہ امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کا منہ تکنے لگے، دیکھ دیکھ کر ہنسنے لگے مذاق اُڑانے لگے، قہقہے لگانے لگے کہ یہ انسان ہے یا کوئی دیوانہ، جو بستر مرگ پر لیٹا غریبوں کو یاد کر رہا ہے، غریبوں، مسکینوں کیلئے اس اہتمام کی وصیت کر رہا ہے، ہاں اہل علم کا فکر و خیال کا اس پستی میں چلا جانا، ایک قومی المیہ ہے جس پر جتنا ماتم کیا جائے کم ہے ہاں

سُن اے غارت گرجنس و فاسق شکستِ شیشۂ دل کی صدا کیا؟

اُن کے شعور نے امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دردِ دل کی کسک محسوس نہ کی اُن کے احساس نے مسکینوں کیلئے امام احمد رضا کی روح کی تڑپ محسوس نہ کی، تو پھر وہ امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دل کی گہرائیوں تک کس طرح پہنچتے غریبوں اور مسکینوں کیلئے امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اضطراب و بے چینی کو کس طرح سمجھتے ! انہوں نے کچھ نہ سمجھا کاش وہ سینے میں دِل رکھتے!

جب امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصیت لکھوا چکے تو خود دستخط فرمائے اور ساتھ ہی یہ الفاظ بھی تحریر فرمائے۔

بقلم خود بحالت صحت حواس واللہ شہید ولہ الحمد وصلی اللہ تعالی وبارك وسلم

وصل کی گھڑی قریب آرہی ہے۔ عقیدت مندوں پر کیا بیت رہی ہوگی۔ احباب پر کیا گزر رہی ہوگی۔ عقیدت مندوں کا کیا حال ہوگا۔ یہ شعر ہر دل کی آواز بن گیا ہوگا ؎

یوں نہ پردہ کرو خدا کیلئے دیکھو دنیا تباہ ہوتی ہے

اللہ اکبر! وصال تک تمام کام گھڑی دیکھ کر ٹھیک وقت پر ارشاد ہوتے رہے کیا اس شان سے جانا کسی نے دیکھا ہے؟ جب ۲ بجنے میں ۴ منٹ باقی تھے وقت پوچھا۔ عرض کر دیا گیا، فرمایا گھڑی کھلی ہوئی میرے سامنے رکھ دو۔ اللہ اللہ! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ علام الغیوب نے وقت بتا دیا تھا بے شک اُس کی عطا سے وہ علم بھی مل جاتا ہے، جس کو اُس نے صرف اور صرف اپنے خزانے میں محفوظ رکھا ہے، بڑے صاحبزادے مولانا محمد حامد رضا خان خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، فرمایا وضو کر آؤ، قرآنِ عظیم لاؤ، ابھی وہ نہ آئے تھے کہ چھوٹے صاحبزادے مفتی محمد مصطفیٰ رضا خان حاضر ہوئے، فرمایا بیٹے کیا کر رہے ہو، فرمایا سورۂ یٰسین شریف اور سورۂ رعد شریف کی تلاوت کرو، تلاوت ہو رہی ہے۔ آفتابِ شریعت غروب ہو رہا ہے، بس چند منٹ باقی ہیں سفر کی دعا پڑھ رہے ہیں اور بار بار پڑھ رہے ہیں کہ آج اس سفر پر جانا ہے کہ پھر واپس نہیں آنا۔ اچانک کلمہ طیبہ پڑھا ' لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ' آن کی آن میں دم سینے پر آگیا، جب سینے سے باہر نکلا تو چہرے پر ایک نور چمکا اور روشنی پھیل گئی۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

آج جمعہ ہے ٹھیک نمازِ جمعہ کا وقت۔ سفر کی ۲۵ تاریخ ہے اور ۱۳۴۰ھ اکتوبر کی ۲۸ تاریخ اور ۱۹۲۱ء ؎

حیف در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد
رُوئے گل خوب ندیم و بہار آخر شد

وہ اس طرح چلے گئے جس طرح گلشن سے بوئے گل چلی جاتی ہے خود فرمایا اور خوب فرمایا ؎

جنہیں ایک جھلک دکھادیتے ہیں شوقِ دیدار
میں ایسے جاتے ہیں کہ جانا معلوم بھی نہیں ہوتا

بے شک ایسے گئے کہ جانا معلوم ہی نہ ہوا۔ ہاں ؎

دِل تو جاتا ہے اُس کے کوچہ میں جا مری جاں 'جا' خدا حافظ

اے احمد رضا (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! اے غریبوں کے غمخوار اے مسکینوں کے دلدار اے مظلوموں کے دادرس اے بیکسوں کے فریادرس تجھ پر ہزار سلام ...... ہاں روحِ انسانیت تجھ کو سلام کرتی ہے ...... دلِ دردمند تجھ کو سلام کرتا ہے، دیدۂ بینا تجھ کو سلام کرتا ہے، چشمِ اشکبار تجھ کو سلام کرتی ہے ...... جانِ بیتاب تجھ کو سلام کرتی ہے ...... روحِ مضطر تجھ کو سلام کرتی ہے ...... مظلوموں کی آہیں تجھ کو سلام کرتیں ہیں ...... غریبوں کی فریادیں تجھ کو سلام کرتی ہیں ...... ماہِ تاباں تجھ کو سلام کرتی ہیں ...... مہرِ درخشاں تجھ کو سلام کرتا ہے ابرِ باراں تجھ کو سلام کرتا ہے ...... سفید و سیاہ تجھ کو سلام کرتے ہیں ...... فکر و شعور تجھ کو سلام کرتے ہیں ...... ہاں!

☆ تو عاشقِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔

☆ تو دلدارِ مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔

☆ تو محبوبِ مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ہے۔

☆ تو نائبِ غوث الوریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔

﴿ تجھ پر سلام ...... ہزار سلام ﴾